آزمائش کی عبرت آموز داستان

راحت صلاح الدین

چلچلاتی دھوپ، تپتی ریت، لو کے تیز وتند جھکڑ اور صحرا میں دور دراز کا جان لیوا سفر، ساتھ ہی قحط سالی، فصلیں پکنے کے قریب، جنگی سامان کی کمی، اور پھر اپنے سے کئی گنا بڑی طاقت سے مقابلہ..... مسلمانوں کے لیے یہ وقت انتہائی نازک تھا۔ اور یہ جنگ ان کے لیے موت اور زندگی کی جنگ تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم برابر مسلمانوں سے تیاری کی اپیلیں کررہے تھے اور پوری قوت سے آمادہ کررہے تھے کہ اس موقع پر کوئی مسلمان بچھڑنے نہ پائے اور ہوا بھی یوں ہی کہ مسلمان جان پر کھیل کر میدان جنگ کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ اور پروانہ وار جہاد کے لئے دوڑ پڑے۔ لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین مخلص اور وفادار ساتھی جو بار بار اپنے ایمان واخلاص کا ثبوت دے چکے تھے، اس موقع پر پیچھے رہ گئے اور اپنی لاپروائی اور سستی کے باعث ''غزوہ تبوک'' کی شرکت سے محروم رہے۔

ان کی اس غفلت پر خدا نے ان کو سخت تنبیہ کی اور پچاس دن تک ان کو زبردست آزمائش میں رکھا۔ انہی تین بزرگوں میں ایک حضرت کعب ابن مالکؓ بھی تھے۔ آخری عمر میں جب ان کی آنکھیں جاتی رہی تھیں اور یہ اپنے بیٹے حضرت عبداللہؓ کا ہاتھ پکڑے پکڑے چلا کرتے تھے۔ اک دن انہوں نے اپنی یہ عبرت آموز داستان پوری تفصیل کے ساتھ اپنے بیٹے کو سنائی اور تاریخ نے اس سبق آموز داستان کو اپنے دامن میں محفوظ کرلیا تا کہ رہتی دنیا تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت اس واقعے سے عبرت حاصل کرتی رہے اور یہ سبق لیتی رہے کہ ''دین کی راہ میں ذرا سی غفلت اور سستی سے برسوں کی کمائی ہوئی نیکیاں برباد ہوسکتی ہیں''۔

حضرت کعبؓ نے اپنی داستان بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی مسلمانوں کو اس مہم پر جانے کے لئے ابھارتے اور میں آپ کی باتیں سنتا تو دل میں پکا ارادہ کرلیتا کہ میں ضرور جاؤں گا اور تیاری کی ٹھان لیتا، لیکن آپ کی مجلس سے

آنے کے بعد میں سستی کر جاتا اور سوچتا ابھی کیا ہے، میرے پاس خدا کا شکر ہے دو دو سواریاں ہیں، خدا نے صحت توانائی بھی دے رکھی ہے اور میں پہلے سے کہیں زیادہ خوش حال بھی ہوں۔ جب چلنے کا وقت آئے گا، چل پڑوں گا۔ تیار ہوتے کیا دیر لگتی ہے۔ اور بات ٹلتی رہی، یہاں تک کہ اسلامی لشکر روانہ ہوگیا اور میں تیار نہ تھا۔ میں نے دل میں سوچا لشکر کو جانے دو میرے پاس تیز سواریاں ہیں ایک دو روز میں راستے ہی میں لشکر کو جالوں گا۔ یہی ٹال مٹول ہوتی رہی، کہ سفر کی ہماہمی شروع ہوگئی۔ سارے مسلمان میدان جنگ میں پہنچ گئے اور میں گھر میں بیٹھا ارادہ ہی کرتا رہا کاش میں اسلامی لشکر سے راستے میں جاملتا۔ مگر افسوس کہ میں اس سعادت سے محروم رہا۔

اب جب بھی میں گھر سے نکلتا تو یہ دیکھ کر میرا دل کڑھتا کہ پیچھے جن لوگوں کے ساتھ میں رہ گیا ہوں وہ یا تو منافق ہیں یا وہ معذور لوگ ہیں جن کو خدا نے جنگ سے رہ جانے کی رخصت دی ہے۔ راستے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بارے میں کچھ نہ پوچھا۔ میدان جنگ میں پہنچ کر آپؐ نے دریافت فرمایا: کعبؓ کو کیا ہوا؟ بنی سلمہ کے ایک صاحب بولے حضورؐ! بھلا وہ ہمارے ساتھ کیوں آتے، انہیں اپنے دیدہ زیب کپڑوں اور شاہانہ چال ڈھال دیکھنے ہی سے فرصت کب ہے؟...... معاذ بن جبلؓ یہ سن کر بولے! تم نے بڑی بری بات کہی۔ یارسول اللہ ہمارے خیال میں تو وہ انتہائی بھلے آدمی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ اسی دوران ایک سفید پوش گھوڑے پر سوار گرد اڑاتا ہوا چلا آرہا تھا۔ دیکھتے ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلا...... ''ابوخثیمہ'' ...... یہ ابوخثیمہ ہی تھے۔ یہ وہی بزرگ تھے جنہوں نے اس موقع پر صرف تھوڑی سی کھجوریں ہی دی تھیں اور منافقین ان پر باتیں بنارہے تھے، لیکن خدا نے ان کو اس سعادت سے نوازا کہ وہ میدان جنگ میں پہنچ گئے۔...... اب مجھے یہ خبر ملی کی آج کل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے پلٹنے والے ہیں۔ مجھے بڑی فکر ہوئی، دل میں طرح طرح کے جھوٹے بہانے آنے لگے۔ یہاں تک کہ آپؐ واپس تشریف لے آئے۔ آپؐ نے حسب معمول مسجد میں پہنچ کر پہلے دو رکعت شکرانے کی نماز ادا فرمائی، پھر لوگوں سے ملاقات کے لئے بیٹھے۔

اب منافقین نے آگے بڑھ بڑھ کر اپنے جھوٹے عذرات پیش کرنے شروع کئے اور لمبی چوڑی قسمیں کھانے لگے۔ ایسے لوگوں کی تعداد کچھ اوپر (۸۰) اسی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کے اعذار سنے۔ اور ان کی باطنی حالت کو خدا کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا: خدا تم کو معاف فرمائے: اب میری باری آئی، میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ مسکرائے، لیکن آپ کی مسکراہٹ میں غصہ تھا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: آیئے آپ بھی آیئے، کہئے آپ کو کیا رکاوٹ پیش آگئی تھی؟ کیا آپ کے پاس سواری نہیں تھی؟ میں نے کہا یارسول اللہؐ! اگر میں کسی دنیوی بادشاہ کے سامنے ہوتا تو طرح طرح کے عذر تراش کر اور جھوٹی سچی باتیں بنا کر میں اس کو راضی کر سکتا تھا۔ لیکن آپؐ کے بارے میں

میرا یقین یہ ہے کہ اگر آج میں باتیں بنا کر آپ کو راضی کر بھی لوں تو کل خدا آپ کو وحی کے ذریعے حقیقت حال بتا کر پھر مجھ سے ناراض کر دے گا اور اگر اس وقت ٹھیک ٹھیک سچی بات بتا کر آپ کو ناراض بھی کر دوں، تو میری سچائی کی بدولت مجھے امید ہے کہ خدا ضرور میری معافی کی کوئی صورت پیدا فرمادے گا۔ اور آپ کو مجھ سے راضی فرمادے گا۔ اے خدا کے سچے رسولؐ! مجھے کوئی مجبوری نہیں تھی اس موقع پر مجھے جو سہولت اور خوش حالی حاصل تھی، پہلے کسی موقع پر یہ فراغت حاصل نہیں تھی۔ صرف میری لاپرواہی اور سستی نے مجھے اس سعادت سے محروم رکھا۔ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا: یہ شخص ہے جس نے سچی بات کہی اور مجھ سے فرمایا اچھا جاؤ اور اپنے معاملے میں خدا کے فیصلہ کا انتظار کرو۔ اب میں اُٹھ آیا اور آکر اپنے قبیلے کے لوگوں میں بیٹھ گیا۔

بنی سلمہ کے لوگ میرے پیچھے پڑ گئے اور بولے ہمیں نہیں معلوم کہ تم نے کبھی کوئی کوتاہی کی ہو۔ جھوٹے لوگوں نے کیسے کیسے عذر تراشے، اگر تم بھی کوئی بہانہ کر دیتے تو حضورؐ تمہارے لئے استغفار فرمادیتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار تمہاری کوتاہی کا کفارہ ہو جاتا، تم نے بڑی غلطی کی۔ ان لوگوں کی یہ باتیں سن کر جی میں آیا کہ ٹھیک تو ہے کیوں نہ جا کر کوئی بات بنادوں۔...... اب میں نے ان لوگوں سے پوچھا: اچھا یہ بتاؤ کہ میری طرح کوئی اور بھی ہے؟ لوگوں نے بتادیا، ہاں دو آدمی اور بھی ہیں: انہوں نے وہی بات کہی جو تم نے کہی تھی۔ اور ان کو بھی وہی جواب ملا جو تم کو ملا تھا۔ میں نے کہا ذرا بتاؤ تو وہ کون لوگ تھے۔ بولے ایک تو مرارہ ابن ربیعؓ ہیں، دوسرے ہلال ابن امیہؓ ہیں۔...... میں ان دونوں کا ذکر سنتے ہی گھر چلا گیا۔ انکا نام سنتے ہی میرے دل کو اطمینان ہو گیا کہ جو کچھ میں نے کیا ٹھیک کیا...... یہ دونوں نیک بندے بدر میں شریک ہونے والوں میں سے تھے اور دونوں میرے لئے بہترین نمونہ تھے۔

اب ہماری آزمائش کا دوسرا دور شروع ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عام مسلمانوں میں اعلان کرادیا کہ ہم تینوں سے کوئی بات نہ کرے۔ یہ دونوں بوڑھے تو صدمے کی تاب نہ لاکر گھر بیٹھ رہے۔ اور صبح وشام روتے رہے۔ لیکن میں جوان آدمی تھا...... میں برابر باہر نکلتا رہا۔ بازاروں میں بھی آتا جاتا اور مسجد میں بھی جماعت سے نمازیں پڑھتا رہا۔ لیکن کوئی مجھ سے باتیں کرنے کا روادار نہ تھا۔ لوگوں نے ایسا رُخ بدلا کہ گویا کسی سے کوئی جان پہچان ہی نہیں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ سرزمین ہی بدل گئی ہے اور میں یہاں ایسا اجنبی ہوں کہ مجھے کوئی جانتا ہی نہیں ہے۔ زمین اپنی تمام وسعتوں کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئی اور مجھے اپنی جان بار نظر آنے لگی۔ مسجد میں ہمیشہ کی طرح پابندی سے نماز کے لئے جاتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتا۔ لیکن جواب کے لئے بس انتظار ہی کرتا رہتا کہ کاش نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹ جنبش کریں۔ نماز میں بھی نظریں چرا چرا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کرتا کہ آپؐ مجھ پر نظر

ڈالتے ہیں یا نہیں۔لیکن وہاں حال یہ تھا کہ میں جب تک نماز میں ہوتا آپ ؐ مجھے دیکھتے رہتے اور جوں ہی سلام پھیر لیتا، آپ بھی نگاہیں پھیر لیتے۔......

ایک دن جب میں بہت زیادہ گھبرایا تو میں اپنے چچازاد بھائی اور بچپن کے دوست قتادہؓ کے پاس گیا اوران کے باغ کی دیوار پر چڑھ کر میں نے ان کو سلام کیا۔مگر اس خدا کے بندے نے سلام کا جواب تک نہیں دیا۔ میں نے کہا، ''یار ابو قتادہؓ! میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں بتاؤ! کیا مجھے خدا اور خدا کے رسول ؐ سے محبت نہیں ہے؟''......مگر وہ خاموش رہے میں نے پھر پوچھا۔ وہ پھر خاموش رہے۔تیسری بار جب میں نے قسم دے کر پوچھا تو بس اتنا بولے کہ ''خدا اور خدا کا رسول ؐ ہی بہتر جانتا ہے......'' یہ بے رُخی دیکھ کر میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل پڑے اور میں غم سے نڈھال دیوار سے نیچے آ گیا۔

انہی دنوں میں ایک روز بازار میں گھوم رہا تھا کہ شام کا ایک نبطی جو تجارت کا غلہ لے کر آیا تھا لوگوں سے پوچھتا پھر رہا تھا، کوئی مجھے کعب بن مالکؓ کا پتہ بتا سکتا ہے؟ لوگوں نے میری طرف اشارہ کر کے بتایا کہ یہی کعب ابن مالکؓ ہیں۔ وہ میرے پاس آیا اور مجھے شاہ غسان کا ایک خط دیا جو حریر میں بڑے سلیقے سے لپٹا ہوا تھا۔ میں نے کھول کر پڑھا تو لکھا تھا،

''ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے صاحب آج کل تم سے ناراض ہیں اور تم پر ستم توڑ رہے ہیں۔تم کوئی ذلیل آدمی نہیں ہو، نہ اس لائق ہو کہ تمہارے ساتھ یہ سلوک کیا جائے تم ہمارے پاس چلے آؤ۔ہم تمہاری شایانِ شان قدر کریں گے۔''

میں نے سوچا یہ ایک اور مصیبت نازل ہوئی۔میرے غم کی اس وقت کوئی انتہا نہ تھی اور میں نے اس خط کو اسی وقت چولہے میں جھونک دیا۔......

اسی بے کسی اور آزمائش کی حالت میں چالیس دن گزر گئے۔وحی کافی عرصے سے نہیں آئی تھی۔کیا دیکھتا ہوں کہ اچانک ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد آپ کا یہ حکم لے کر پہنچا کہ اپنی بیوی سے الگ ہو جاؤ۔ میں نے پوچھا کیا طلاق دے دوں، قاصد نے کہا، نہیں، بس الگ ہو جاؤ، چنانچہ میں نے اپنی رفیقۂ حیات کو میکے بھیج دیا اور کہہ دیا کہ وہیں رہ کر انتظار کرو، دیکھو خدا کیا فیصلہ فرماتا ہے۔......قصہ مختصر اسی کس مپرسی کے عالم میں دس راتیں اور بیت گئیں، پچاسویں دن فجر کی نماز کے بعد میں اپنی چھت پر اپنی جان سے بے زار، مایوس بیٹھا ہوا تھا اور زمین اپنی وسعتوں کے باوجود مجھ پر تنگ تھی کہ میں نے سلع کی پہاڑی سے ایک پکار سنی، کوئی چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا:......مبارک ہو کعب ابن مالکؓ مبارک ہو۔......

یہ سنتے ہی میں اپنے خدا کے حضور سجدے میں گر پڑا، اور میں سمجھ گیا کہ میری خوشیوں کی گھڑی آ گئی ہے۔

صبح کی نماز کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری معافی کا اعلان سنایا اور پھر تو لوگ ہمارے پاس بھاگے چلے آ رہے تھے۔ ہر ایک دوسرے سے پہلے پہنچ کر مجھے مبارکباد دینا چاہتا تھا......ایک شخص

دوڑتا ہوا آیا اور پہاڑ پر چڑھ گیا، اس کی آواز گھوڑے کی آواز سے بھی زیادہ تیز تھی۔ جب وہ میرے پاس آیا اور اس نے مجھے پیغام مسرت سنایا تو میں نے خوشی میں اپنے کپڑے اتار کر اُسی کے حوالے کر دیئے۔ خدا شاہد ہے میرے پاس اس وقت بس یہی دو کپڑے تھے۔ پھر میں نے مانگ کر کپڑے پہنے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوا۔ لوگ مجھ سے بڑی گرم جوشی سے مل رہے تھے اور مبارکباد دے رہے تھے کہ خدا نے تمہاری توبہ قبول فرمائی۔ میں خوش خوش مسجد نبوی میں پہنچا۔

دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے ہیں اور صحابہؓ آپؐ کے گرد جمع ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی طلحہ بن عبید اللہؓ اٹھ کر کھڑے ہو گئے، بڑھ کر گرم جوشی میں مجھ سے مصافحہ کیا، اور مبارکباد دی۔ خدا کی قسم میں ان کا یہ احسان کبھی نہیں بھول سکتا۔ مہاجرین میں صرف یہی مجھ کو دیکھ کر کھڑے ہوئے تھے، میں نے بڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، آپؐ کا چہرہ خوشی سے جگمگا رہا تھا۔ فرمایا:......

''کعبؓ مبارک ہو، یہ دن تمہاری زندگی کا سب سے بہترین دن ہے۔'' میں نے پوچھا! ......''حضورؐ یہ معافی آپ کی طرف سے ہے یا خدا کی طرف سے''۔ فرمایا......''خدا کی طرف سے ہے اور قرآن کی آیات سنائیں۔''......

''اور ان تینوں کو بھی خدا نے معاف کر دیا جن کا معاملہ ملتوی کر دیا گیا تھا۔ زمین جب اپنی ساری وسعتوں کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی، اور ان پر ان کی جانیں بار ہونے لگیں۔ اور انہوں نے جان لیا کہ خدا سے بچنے کے لئے کوئی پناہ گاہ خود خدا کے سوا نہیں ہے تو خدا ان کی طرف پلٹا، تا کہ وہ اس کی طرف پلٹ آئیں، بلاشبہ وہ بڑا ہی معاف فرمانے والا انتہائی مہربان ہے''۔ (التوبہ)

یہ آیت سن کر میں نے عرض کیا،......''یا رسول اللہؐ میری توبہ میں یہ بھی شامل ہے کہ میں اپنا سارا مال خدا کی راہ میں صدقہ کر دوں......'' آپ نے فرمایا......'' کچھ مال اپنے لئے روک رکھو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے آپؐ کے مشورے کے مطابق خیبر والا حصہ روک کر باقی سب صدقہ کر دیا۔''

پھر میں نے کہا، یا رسول اللہ! مجھے خدا نے سچائی کے سبب معاف فرمایا ہے۔ میں خدا سے عہد کرتا ہوں کہ ہمیشہ ہمیشہ سچائی پر قائم رہوں گا۔ اور آج تک میں نے جان بوجھ کر کبھی کوئی بات غلط نہیں کہی۔ اس لئے کہ خدا نے سچائی کے صلے میں مجھ پر جو رحم و کرم فرمایا، جہاں تک مجھے علم ہے ایسا کرم کسی پر نہیں ہوا۔ اور مجھے خدا کی ذات سے امید ہے کہ جب تک میں زندہ رہوں گا، خدا میری اسی طرح حفاظت فرماتا رہے گا''......

☆☆☆